101903-بڑا اور وسیع گھر خریدنا کب اسراف میں شامل ہوتا ہے ؟

سوال

میری بیوی ہمیشہ اصرار کرتی ہے کہ میں ایک بڑا گھر خریدوں جس میں سوئمنگ پول بھی ہو اور باغیچہ بھی، لیکن میں مصر ہوں کہ ہم چھوٹے سے گھر میں رہیں مثلا تین سونے والے کمرے کا گھر جس میں زائد تفریحی سامان مثلا سوئمنگ پول اور گارڈن نہ ہو، مجھے یہ بتائیں کہ کیا کرنا چاہیے ؟
میں اسے زہد پر مجبور نہیں کر سکتا، اور اس اعتبار سے کہ میں اس کا خاوند ہوں، ہمارا اکٹھے رہنے میں کوئی مفر نہیں، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ زہد اختیار نہ کرنا طلاق کو جائز نہیں کرتا، لیکن جناب مولانا صاحب میں دنیا میں نہیں ڈوبنا چاہتا، برائے مہربانی مجھے بتائیں کہ کیا کیا جائے ؟
اور کیا اگر میں بیوی کی خواہش کے مطابق نیا گھر خریدلوں تو کیا مجھے اجر و ثواب حاصل ہوگا ؟
یہ علم میں رہے کہ میرے لیے ایک چھوٹے سے گھر میں رہنے میں کوئی مانع نہیں، میں صرف ایک چھت چاہتا ہوں جو مجھے اور میرے اہل و عیال کو اپنے نیچے جگہ دے، اور کیا مجھ پر یہ قول تو صادق نہیں آئیگا : جنہوں نے اپنی اچھی چیزیں دنیا میں ہی لے لیں ؟

پسندیدہ جواب

اول :

مسلمان کو نہیں چاہیے کہ وہ دنیا کو اپنا سب سے بڑا مقصد بنا لے، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے فقر و فاقہ کا خدشہ نہیں تھا، بلکہ آپ تو اس کا ڈر رکھتے تھے کہ کہیں ان پر دنیا نہ کھول دی جائے کہ وہ اس میں ایک دوسرے سے آگے بھاگنے کی کوشش کرنے لگیں تو یہاں ہلاکت ہوگی.

عمرو بن عوف بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اللہ کی قسم میں تم پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا، لیکن تم پر ڈرتا ہوں کہیں تم پر دنیا کی وسعت دے دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر تھی، تو تم اس میں بالکل اسی طرح ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنے لگو جیسے انہوں نے آگے نکلنے کی کوشش کی تھی، تو تمہیں بھی یہ دنیا اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح انہیں ہلاک کیا تھا"

صحیح بخاری حدیث نمبر (2988) صحیح مسلم حدیث نمبر (2961).

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ :

دنیا کے مال و دولت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا دین کی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے.

دیکھیں : فتح الباری (263/6).

اور ان کا یہ بھی کہنا ہے :

ابن بطال کا کہنا ہے : اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا کا مال و متاع جس کے لیے زیادہ ہو جائے اسے اس کے برے انجام سے ڈرنا چاہیے، اور اس کے برے فتنہ سے اجتناب کرے، اور وہ اس کی چکاچوند پر مطمئن نہ ہو جائے، اور نہ ہی کسی دوسرے سے اس میں آگے نکلنے کی کوشش کرے.

دیکھیں : فتح الباری (245/11).

جسے دنیا اس کی آخرت سے مشغول کر دے اور وہ آخرت کو بھول کر دنیا میں لگ جائے تو وہ دھوکہ کھا گیا، اور پھر دنیا تو ایک کھیل اور تماشہ ہے، اس میں ہمیشہ نہیں رہنا اور نہ ہی کامل ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں آخرت تو بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے.

اللہ سبحانہ و تعالی نے دنیا کی مثال اس نبات کی دی ہے جو بڑھتی اور خوبصورت بن جاتی ہے، لیکن کچھ ہی دیر میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر بھس بن جاتی ہے جسے ہوا اڑا کر لے جاتی ہے، لہذا انسان کو دنیا میں نہ تو بقا ہے اور نہ ہی استمرار، اس لیے اس کا نصب العین آخرت ہونی چاہیے.

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے :

{خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر (و غرور) اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں تم اسے دیکھتے ہو، پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے، اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی نہیں}.الحدید (20).

اور ایک مقام پر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے :

{ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو جیسے پانی جسے ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا (نکلا) ہے، پھر آخر کار وہ چورا چورا ہو جاتا ہے جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں، اللہ ہر چیز پر قادر ہے}.

{مال و اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے، اور البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور اچھی توقع کے بہت بہتر ہیں}.الکھف (45-46).

دوم :

جس چیز سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ لوگوں کا دنیاوی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنا انہیں ہلاک کر دیگا : لوگوں کا سودی قرض حاصل کر کے گھر خریدنا شامل ہے! اس طرح ایک شخص دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے گھر بنا کر یا پھر اس کی ترمیم و مرمت کر کے یا توسیع کر کے اللہ کی ناراضگی اور غضب مول لیتا ہے.

اور یہی لوگ ہیں جو اس حکم میں داخل ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پاکیزہ اشیاء دنیا میں ہی حاصل کر لیں کیونکہ انہوں نے اپنی دنیاوی لذت حاصل کرنے کے لیے اور فائدہ کے لیے اللہ تعالی کے ممنوع کردہ کام کا ارتکاب کیا.

لیکن جو شخص حلال مال سے گھر بناتا ہے یا پھر حلال مال سے گھر خریدتا ہے تو یہ شخص ان لوگوں میں شامل نہیں ہو گا.

سودی بنکوں کے ذریعہ گھر خریدنے کی حرمت ہم سوال نمبر (2128) اور (21914) اور (22905) کے جوابات میں بیان کر چکے ہیں، آپ ان کا مطالعہ کریں.

سوم :

یہاں سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ فی ذاتہ گھر تعمیر کرنے میں کوئی اجرو ثواب نہیں ہے، وگرنہ تو وہ مالدار لوگ جو کروڑوں روپے کا گھر اور محلات تعمیر کرتے ہیں، یہ لوگ جنت میں سب سے اعلی اور اونچے درجہ میں ہوتے!

چنانچہ وہ دینار جو ایک مسلمان شخص اپنا گھر تعمیر کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے اس کے مقابلہ میں آخرت میں کوئی اجرو ثواب نہیں ملے گا، امید ہے کہ وہ گناہ سے بچ جائیگا.

کیونکہ اجرو ثواب تو اسے اس کی نیت پر ہوگا کہ اس نے گھر بناتے وقت اپنے اہل و عیال اور خاندان کو ضائع ہونے سے محفوظ کرنے کے کی نیت کی تھی، اور نہیں ایسی رہائش میں جگہ دینے کی نیت کی جس میں ان کی عزت تکریم محفوظ رہ سکے.

لیکن فی ذاتہ گھر بنانے میں کوئی اجرو ثواب نہیں بلکہ نیت کا اجرو ثواب ملے گا، اور اگر نیت اچھی نہیں تو پھر اسراف اور فضول خرچی اور فخر کرنے اور دکھلاوا کرنے کی وجہ سے گناہ ہوگا.

مستقل فتوی اور علمی ریسرچ کمیٹی کے علماء نے عمارتیں تعمیر کرنے کی احادیث کی تخریج کرنے کے بعد کہا ہے :

یہ اور اس معنی میں جتنی بھی احادیث وارد ہیں جن میں کچھ تو صحیح اور کچھ حسن درجہ کی ہیں، اور کچھ صحیح نہیں ہیں، جن میں حجت اور دلیل پائی جاتی ہے وہ احادیث فخر اور دکھلاوا اور اسراف و فضول خرچی کرنے پر محمول کی جائینگی.

کیونکہ یہ حالات اور اشخاص اور جگہوں اور وقت کے مختلف ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوگا، صحیح مسلم میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث مروی ہے کہ جب جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی علامتیں اور نشانیاں دریافت کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :

" تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں اور ننگے جسم بکریوں کے چرواہے لمبی لمبی عمارتیں بنانے میں فخر کرنے لگیں گے "

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" اس سے مراد یہ ہے کہ کم درجہ کے فقیر قسم کے لوگ ان لوگوں کے سردار اور قائد بن جائیں گے، اور ان کے مال زیادہ ہو جائیں گے، حتی کہ وہ لمبی لمبی عمارتیں تعمیر کرنے میں ایک دوسرے سے فخر کرنے لگیں گے، اور انہیں خوبصورت بنائیں گے اور پختہ کریں گے "

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی صحیح مسلم کی شرح میں اس حدیث پر بات کرتے ہوئے بھی یہی معنی ذکر کیا ہے.

لیکن جب عمارت کسی شرعی غرض اور مقصد کے لیے لمبی بنائی جائے، مثلا محتاج افراد کے لیے رہائش اور گھر تعمیر کرنے، یا پھر انہیں کمائی کا ذریعہ بنانا، یا پھر کثرت عیال کی بنا پر تو ہمیں تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ معاملات تو مقاصد پر مبنی ہیں.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

اعمال کا دارومدار نیتوں پر منحصر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی ہو"

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے.

الشیخ عبد الرزاق عفیفی.

الشیخ عبداللہ بن غدیان.

الشیخ عبداللہ منیع.

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (490/4).

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا :

ہمیں بتایا گیا ہے کہ : گھر کے علاوہ ابن آدم کے ہر کام کا اسے اجروثواب حاصل ہوتا ہے، کیا یہ صحیح ہے ؟

اور اگر صحیح ہے تو اس کی علت اور سبب کیا ہے، اس کے ساتھ وہ حدیث بھی ذکر کردیں جس میں اس ذکر کیا گیا ہے اللہ سبحانہ وتعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

جی ہاں یہ اس شخص کے بارہ میں وارد ہے جو اپنا مال مٹی میں صرف کرتا ہے، یعنی ایسی عمارت بنانے میں جس کی اسے ضرورت نہیں، لیکن جس کی اسے ضرورت ہو تو یہ زندگی کی ضروریات میں شامل ہوتی ہے.

جب انسان اپنے اوپر خرچ کرے جو ضروریات زندگی میں شامل ہو تو اسے خرچ کرنے پر اسے اللہ کی رضا کے حصول کی بنا پر اجروثواب حاصل ہوگا؛ لیکن فخر کرنا اور لمبی لمبی عمارتیں کرنے میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے.

بلکہ اس میں مال ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے، لیکن وہ عمارت جو انسان اپنی ضرورت کے لیے بنائے تو جب وہ اللہ کی رضا چاہے گا تو اسے اس پر اجروثواب حاصل ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا تھا :

" یہ جان لو کہ تم جو خرچ بھی اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرو گے تمہیں اس پر اجروثواب دیا جائیگا، حتی کہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتے ہو اس کا بھی "

دیکھیں : اللقاء الشہری (15) سوال نمبر (6).

اس مسئلہ میں علماء کرام کے اقوال اور احادیث دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (21658) کے جواب کا مطالعہ کریں.

چہارم :

اس سے آپ کو اس گھر کے بنانے کے حکم کا علم ہو سکتا ہے جو آپ کی بیوی چاہتی ہے کہ ان کے لیے خریدا جائے جسے ہم درج ذیل نقاط میں پیش کرتے ہیں :

1 گھر حرام مصدر سے خریدنا جائز نہیں، مثلا سودی قرض یا پھر غصب کردہ اموال سے.

2 صرف گھر بنانے پر اجروثواب حاصل نہیں ہوتا، جب تک گھر بنانے والا شخص اپنے اہل و عیال کے سر چھپانے اور انہیں جگہ دینے کی نیت نہ کرے، اور انہیں گرمی و سردی سے محفوظ رکھنے کی نیت نہ رکھتا ہو، اس طرح اسے اس کی نیت پر اجروثواب ہوگا نہ کہ صرف فی ذاتہ گھر بنانے پر.

3 مسلمان کے لیے فخر کرنے اور دکھلاوا کرنے کے لیے گھر بنانا جائز نہیں، اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ گناہ ہے.

4 اس میں کوئی مانع نہیں کہ گھر سوئمنگ پول یا باغیچہ پر مشتمل ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی اسراف اور فضول خرچی اور اس کے حجم اور قیمت میں مبالغہ نہ کیا گیا ہو، اور پھر وسیع گھر تو صاحب بیت کے لیے سعادت کا باعث ہے.

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" چار اشیاء سعادت مندی میں شامل ہوتی ہیں : نیک اور صالح بیوی، اور وسیع گھر، اور نیک و صالح پڑوسی، اور اچھی سواری، اور چار اشیاء بدبختی و نحوست کی علامت ہیں : برا پڑوسی، اور بری بیوی، اور تنگ گھر، اور بری سواری "

اسے ابن حبان نے صحیح ابن حبان حدیث نمبر (1232) میں روایت کیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر (282) اور صحیح الترغیب (1914) میں صحیح قرار دیا ہے.

مناوی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم :

" وسیع مسکن " یعنی اس میں رہنے والے کے لیے وہ کثیر المنافع ہو، اور اشخاص کے مختلف ہونے کی وجہ سے گھر کی وسعت بھی مختلف ہوگی، کیونکہ ہو سکتا ہے وسیع کسی دوسرے شخص کے لیے تنگ ہو، اور اس کے برعکس بہت سارے تنگ گھر کسی شخص پر وسیع ہوں.

دیکھیں : فیض القدیر (3 / 302).

5 گھر تعمیر کرنے کا خرچ، اور گھر خریدنے کے ریٹ میں اسراف و فضول خرچ کا ضابطہ اسے خریدنے والے کی حالت کے مطابق ہوگا، مثلا اگر کسی شخص کے پاس ایک سو ملین ریال ہوں تو اگر وہ دو ملین ریال کا گھر خریدتا ہے تو اسے اسراف اور فضول خرچ شمار نہیں کیا جائیگا.

اور اگر کسی شخص کے پاس مال نہیں بلکہ صرف اس کی تنخواہ ہے جو ہر ماہ لے کر وہ خرچ کرتا ہے تو اگر وہ گھر تعمیر کرنے یا خریدنے میں حد سے تجاوز کرتا ہے تو اسے فضول خرچ اور مسرف شمار کیا جائیگا.

چنانچہ گھروں والوں سے مسرف وہ شمار ہوگا جو ایک معقول مقدار سے تجاوز کرے، اور زیادہ منزلیں بنائے، یا پھر بغیر کسی ضرورت کے کمرے زیادہ تعمیر کرلے.

اور فضول خرچ اور مبذر اسے کہا جائیگا جو بغیر کسی ضرورت کے ہی گھر بنا لے، یا پھر اس نے مال میں تساہل سے کام لیتے ہوئے عمارت تعمیر کرنے میں اپنا مال صرف کیا.

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا :

ایک شخص نے دو ملین ریال کا گھر خریدا اور پھر اس میں چھ لاکھ ریال کا سامان تیار کرایا، اور اس کے بعد تین لاکھ ریال کی گاڑی خریدی تو کیا یہ شخص مسرف اور فضول خرچ شمار کیا جائیگا یا نہیں ؟

اور گھروں کا تحفہ دینے کا حکم کیا ہے؟ برائے مہربانی ہمیں اس کے بارہ میں معلومات فراہم کریں، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے.

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

"الاسراف: حد سے تجاوز کرنا اسراف کہلاتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کتاب عزیز میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا.

اور جب ہم یہ کہیں کہ: حد سے تجاوز کرنا اسراف کہلاتا ہے، تو اس طرح اسراف مختلف ہوگا، کیونکہ کسی ایک شخص کے یہ اسراف ہوسکتا ہے، اور کسی دوسرے شخص کے لیے اسراف نہیں ہوسکتا.

چنانچہ جس شخص نے دو ملین ریال کا گھر خریدا اور اس میں چھ لاکھ ریال کی سامان ڈالا، اور پھر دو لاکھ ریال کی گاڑی خریدی اگر تو وہ غنی اور مالدار ہے، تو مسرف نہیں کہلائیگا.

کیونکہ بہت زیادہ غنی اور مالداروں کے لیے یہ بہت آسان چیز ہے، لیکن اگر وہ غنی اور مالدار نہیں تو پھر یہ مسرف شمار کیا جائیگا، چاہے یہ لوگوں کے درمیانے طبقہ سے تعلق رکھتا تھا، یا پھر فقراء میں شمار کیا جاتا تھا.

اس لیے کہ بعض فقراء اپنے آپ کو مکمل کرنا چاہتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ بڑے بڑے محلات خرد یتے اور پھر اس میں بہت بڑی رقم کا سامان ڈالتے ہیں، اس کے لیے اس نے ہوسکتا ہے لوگوں سے قرض حاصل کیا ہو، تو یہ غلط ہے.

لہذا تین قسمیں ہوئیں:

پہلی قسم:

بہت زیادہ غنی ومالدار: تو ہم کہیں گے کہ: یہ ہمارے وقت حاضر میں، ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر وقت میں جب وہ دو ملین ریال کا گھر خریدتا ہے، اور اس میں چھ لاکھ ریال کا سامان ڈالے اور دو لاکھ ریال کی گاڑی خریدے تو یہ مسرف نہیں کہلائیگا.

دوسری قسم:

درمیانے طبقہ کا شخص: اس شخص کے حق میں یہ اسراف شمار ہوگا.

تیسری قسم:

فقیر اور تنگ دست: اس کے حق میں یہ بے قوفی شمار کی جائیگی؛ کیونکہ وہ اس چیز کے لیے جس کی اسے ضرورت ہی نہیں کس طرح لوگوں سے قرض لیتا پھرتا ہے؟!

دیکھیں: لقاءات الباب المفتوح (107) سوال نمبر (4).

واللہ اعلم.